تعلیماتِ نہج البلاغہ
خطبہ جہاد

آیۃ اللہ العظمی المنتظری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"فیا عجبا عجبا! واللہ یمیت القلب و یجلب الھم اجتماع ھؤلاء القوم علی باطلھم و تفرقکم عن حقکم۔"

گویا حضرت امیر المومنینؑ تعجب کو آواز دیتے ہیں کہ اے تعجب! یعنی حیرت و تعجب کا مقام ہے. خدا کی قسم اس بات سے انسان کا دل مردہ ہوجاتا ہے اور وہ غیر معمولی رنج و غم میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ اگرچہ یہ قوم یعنی یارانِ معاویہ باطل پر ہیں پھر بھی لوگ آپس میں متحد ہیں اور تم لوگ امام برحق کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی اپنے امام کے فرمانِ حق کی پیروی نہیں کرتے اور اپنے حق کے سلسلے میں باہم تفرقہ کا شکار ہو۔

درحقیقت اتحاد کامیابی کا ذریعہ ہے چاہے متحد ہونے والے لوگ اہلِ باطل ہوں یا اہلِ حق۔ لہٰذا حضرتِ امیرؑ اس بات پر افسوس کرتے ہیں کہ ان کے اصحاب تفرقہ کا شکار کیوں ہیں اور ایک امام برحق کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی انکے درمیان اتحاد اور ہم آہنگی کیوں نہیں ہے۔

"فقبحا لکم و ترحا! حین صرتم غرضا یرمی۔"

تمہارا برا ہو اور تم لوگ ہمیشہ رنج و غم میں مبتلا رہو کیونکہ تم لوگ دشمن کی گولی کا نشانہ بنے بیٹھے ہو "ترح" ضد ہے "فرح" کی جس کا مطلب ہے رنج و غم۔

غرض۔ نشانہ یا مقصد

"یغار علیکم ولا تغیرون و تغزون ولا تغزون۔" وہ لوگ تمہارے اوپر حملہ آور ہیں لیکن تم اپنی جگہ سے ہلتے بھی نہیں ہو تمہارے اوپر حملوں کی بھرمار ہے ایسے موقع پر جوابی حملے کے ذریعہ تمہیں اپنا دفاع کرنا چاہئیے لیکن تم لوگ

باوقار موت:

"فلو ان امرأ مسلما مات من بعد ھذا اسفا ما کان بہ ملوما بل کان بہ عندی جدیرا۔"

پس اگر اس کے بعد کوئی مسلمان شدت غم سے مرجائے تو کسی کو اُسے برا بھلا نہ کہنا چاہیئے بلکہ عزت و آبرو کا تقاضہ یہ ہے کہ ایسی خبر سن کر ایک مسلمان کو موت آجائے۔ جی ہاں! ایک مسلمان کو یہ خبر سن کر یقیناً ڈوب مرنا چاہئیے۔ کہ صبرا و شتیلا کے کیمپ میں تین ہزار سے زیادہ بے گناہ مرد و عورت اور بوڑھے بچے نہایت بے رحمی کے ساتھ قتل کر ڈالے گئے۔ اور تمام مسلمان ان کی حفاظت کے بجائے خاموش تماشائی کی طرح اس دردناک قتل عام کا تماشا دیکھتے رہے یعنی فوج نے اپنے وحشیانہ حملے کے آغاز میں ایران کے جنوب اور مغربی علاقوں کے بے گناہوں پر ہولناک مظالم کی بھرمار کردی تھی۔ کیا یہ افسوسناک بات نہیں ہے کہ مذہبِ اسلام کی پیروی کرنے والے وحشیانہ مظالم کی اس داستان کو سنیں اور خاموش رہ جائیں؟!

اے کاش ہماری فوج کے یہ فرزندانِ توحید جو محاذ جنگ پر گراں قدر قربانی پیش کر رہے ہیں. حضرت امیرؑ کے دور میں ہوتے اور ان کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھ جاتے۔ تاریخ کا بیان ہے کہ حضرت امیرؑ کے اس موثر اور درد انگیز خطبے کے بعد مسلمانوں کے اس مجمع میں صرف ایک آدمی اپنے بچے کی انگلی پکڑے ہوئے اٹھا اور کہنے لگا "یا امیر المومنینؑ! میں اپنے اس بچے کے ساتھ آپ جہاں حکم دیں وہاں جانے کے لئے ہمہ تن آمادہ ہوں"۔ اس شخص کے علاوہ تمام مسلمانوں پر خاموشی چھا گئی اور کسی نے امامؑ کی آواز پر لبیک نہ کہا۔

اپنا دفاع بھی نہیں کرتے۔

"ویعصی اللہ وترضون"۔ خدا کی نافرمانی ہو رہی ہے اور تم لوگ راضی ہو۔ اس سے بڑی معصیت و نافرمانی اور کیا ہے کہ اہلِ باطل تمہارے شہروں پر حملہ کریں۔ بیگناہ مسلمانوں کو بے رحمی کے ساتھ شہید کریں، لوٹ مار اور مسلمانوں کی غارت گری کا بازار گرم کردیں اور مسلمان عورتوں کی بے حرمتی کریں۔ غرضکہ یہ حملہ آور فوج حکم خدا کی نافرمانی کرتے ہوئے ہر طرح کے تجاوز سے کام لے اور تم لوگ ان کی اس حرکت سے راضی رہو۔ تمہاری یہ خاموشی تمہاری رضامندی کی علامت ہے۔ اگر تم لوگ اہلِ باطل کی تجاوز گری سے واقعی ناراض ہوتے تو دشمن سے مقابلہ کیلئے فوراً پیش قدم ہو جاتے۔

جہاد سے فرار اور اسکا عذر

"فاذا امرتکم بالسیر الیھم فی ایام الصیف (الحر) قلتھم ھٰذہٖ حمارۃ القیظ امھلنا یسبخ عنا الحر!" جب میں تم لوگوں کو یہ حکم دیتا ہوں کہ دشمن کی طرف بڑھو اور ان سے جہاد کرو تو تم لوگ یہ کہتے ہو کہ اس وقت شدید گرمی پڑ رہی ہے فی الحال ہم لوگوں کو اتنی مہلت دے دیجئے کہ گرمی کچھ کم ہو جائے۔ غرضکہ تم اس قسم کا بہانہ کرتے ہو۔

حمارۃ۔ شدت۔

قیظ۔ گرمی۔

امھلنا۔ ہمیں اتنی مہلت دید یجئے۔

یسبخ عنا الحر۔ گرمی کچھ کم ہو جائے۔

واذا امرتکم بالسیر الیھم فی الشتاء "قلتم: ھذہ صبارۃ القر! امھلنا ینسلخ "عنا البرد!" جب میں تم لوگوں کو جاڑے کے موسم میں حکم دیتا ہوں کہ جاؤ اور دشمن کے خلاف جہاد کرو تو تم یہ جواب دیتے ہو کہ ابھی ٹھنڈک زیادہ ہے۔ ذرا ٹھنڈ کم ہو جائے تو جہاد کے لئے روانہ ہوں گے۔

صبارۃ۔ لفظ حمارۃ کی طرح اسکا مطلب ہے شدت لیکن گرمی کی شدت کیلئے حمارۃ کا استعمال کیا جاتا ہے اور ٹھنڈک کی شدت ظاہر کرنے کے لئے صبارۃ لفظ کا استعمال ہوتا ہے۔

> اگر کوئی شخص اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے کہ دشمن نے اس کے اسلامی ملک پر دھاوا بول دیا ہے اور دشمن فوج عورتوں کی بے حرمتی میں مصروف ہے تو غیرت انسانی کا بنیادی تقاضہ ہے کہ وہ اپنے ملک اور ہموطن لوگوں کے دفاع کے لئے اٹھ کھڑا ہو اور دشمن کا مقابلہ کرے

قر۔ قر اور برد دونوں کو ٹھنڈک کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد حضرت امیرؑ المومنین ارشاد فرماتے ہیں۔

"کل ھذا فرارا من الحر والقر"۔ دراصل گرمی اور سردی تو جہاد سے فرار اختیار کرنے کا بہانہ ہے پھر آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں تھا کہ محض سردی اور گرمی کی وجہ سے وہ لوگ جنگ سے بھاگتے تھے بلکہ چونکہ وہ لوگ بہادر نہ تھے اس وجہ سے وہ موسم کی آڑ میں اپنی جان بچانا چاہتے تھے۔ یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ سردی اور گرمی سے بھاگنے والا شخص میدان جنگ میں چمکتی ہوئی تلواروں کا مقابلہ ہرگز نہیں کرسکتا۔

کہتے ہیں کہ ملا نصر الدین کے پاس ایک رسی تھی۔ ایک شخص نے اپنے کسی کام کے لئے ان سے رسی مانگی۔ ملا نصر الدین نے جواب دیا کہ میں اس رسی کے سہارے تلوں کو دھوپ میں خشک کر رہا ہوں۔ اس نے کہا۔ تلوں کو رسی کے ذریعہ کوئی خشک نہیں کرتا۔ ملا نے کہا درحقیقت یہ محض ایک بہانہ ہے میں اپنی رسی کسی کو نہیں دینا چاہتا اس لئے اس قسم کا بہانہ کرنا پڑتا ہے۔

"فاذا کنتم من الحر والقر تفرون" فانتم واللہ من السیف افر"۔ پس اگر تم لوگ سردی اور گرمی سے بھاگتے ہو تو خدا کی قسم تلوار سے تو اور دور بھاگو گے۔ اگر انسان میں ایمان و استقامت ہو تو اس کی نظر میں سردی و گرمی کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی بلکہ وہ تو آگ اگلتی ہوئی توپ کا بھی ڈٹ کر مقابلہ کرتا ہے۔

جی ہاں! اگر کسی کی شکل و صورت انسان جیسی ہے لیکن اس میں حمیت، غیرت، اور شجاعت جیسی ضروری صفات موجود نہیں ہیں تو ایسے شخص کو انسان نہیں کہا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے کہ دشمن نے اس کے اسلامی ملک پر دھاوا بول دیا ہے اور فوج دشمن عورتوں کی بے حرمتی میں مصروف ہے تو غیرتِ انسانی کا بنیادی تقاضہ ہے کہ وہ اپنے ملک اور اپنے ہموطن لوگوں کے دفاع کے لئے اٹھ کھڑا ہو اور دشمن کا بھرپور مقابلہ کرے۔

فرار کا سبب

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت امیرؑ انتہائی

رنج وغم کے ساتھ ان لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

"یا اشباہ الرجال ولا رجال" یعنی اے مردوں کی شکل وصورت رکھنے والے نامرد لوگو!

معمول یہ تھا کہ حضرت امیرؑ کی تقریر کے وقت ہمیشہ مسجد لوگوں سے بھری رہا کرتی تھی لیکن جنگ کے موقع پر لوگ مسجد سے بھاگ کھڑے ہوتے تھے چنانچہ ایسے لوگوں کو ہرگز مرد نہیں کہا جاسکتا ہے کیوں کہ مرد کی مردانگی یہ ہے کہ وہ غیرت شجاعت اور جانثاری سے کام لے۔

"حلوم الاطفال وعقول ربات الحجال"۔ تم لوگوں کی عقل اس کمسن بچے اور نئی نویلی دلہن جیسی ہے جس نے دنیا کی سردی وگرمی کا مزہ نہ چکھا ہو۔

ممکن ہے کہ اس جگہ بھی "حلم" کو بردباری کے معنی میں استعمال کیا گیا ہو اور اس بات کا امکان بھی ہے کہ اس لفظ کو عقل کے معنی میں استعمال کیا گیا ہو۔ یعنی امیرالمومنینؑ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مشکلات اور پریشانی کے مقابلے میں صبر و برد باری بہت کم ہے اور کمسن بچوں کی طرح تم لوگوں میں صبر وتحمل کا فقدان ہے اگر حلم کو عقل کے معنی میں تسلیم کیا جائے تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ حضرت امیرؑ نے ان لوگوں کو کم عقل بچوں سے تشبیہ دی ہے کیوں کہ بچوں میں تدبر اور عاقبت اندیشی نہیں ہوتی اور بعد میں کسی چیز کا کیا انجام ہونے والا ہے اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ اگر آج دشمن نے ہمارے ملک پر حملہ کردیا تو کل وہ ہمارے شہر میں داخل ہوگا اور دوسروں کی طرح ہمارے ساتھ بھی قتل وغارت گری کا سلوک اختیار کرے گا۔ اس طرح اسلام اور مسلمانوں کی حیثیت کو خطرہ لاحق ہوجاتا ہے اور ملک کی آزادی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ نئی نویلی دلہن یا کم عمر بچوں سے اس قسم کی دوراندیشی کی امید نہیں کی جاسکتی کیوں کہ ان کو دنیا کے نشیب وفراز کا کوئی تجربہ نہیں ہوتا ہے۔

حجال جمع ہے حجلہ کی

ربات جمع ہے ربۃ کی۔ رب صفت تشبیہی ہے اور اس کا مطلب ہے صاحب یا مالک جیسے رب العالمین یعنی عالمین کا مالک و پروردگار۔

> پس اگر تم لوگ سردی اور گرمی سے بھاگتے ہو تو خدا کی قسم تلوار سے تو اور دور بھاگو گے اگر انسان میں ایمان و استقامت ہو تو اس کی نظر میں سردی و گرمی کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی بلکہ وہ تو آگ اگلتی ہوئی توپ کا بھی ڈٹ کر مقابلہ کرتا ہے۔

رب کا مؤنث ہے ربۃ اور ربات الحجال کا مطلب ہے ایسی نئی شادی شدہ عورتیں جنہوں نے اپنے باپ کے گھر سے نکل کر ابھی ابھی سسرال میں قدم رکھا ہو۔ اور جنھیں دنیاوی مصائب اور پریشانیوں کا کوئی اندازہ وتجربہ نہیں ہے اور ایسی عورتوں سے اس قسم کی دوراندیشی کی امید نہیں کیجاسکتی یہاں اس بات کا تذکرہ لازمی ہے کہ اس دور میں نو یا دس سال کی عمر میں لڑکیوں کی شادی ہوجاتی تھی۔ دور حاضر جیسی صورت حال نہ تھی کہ لڑکیاں یونیورسٹی میں تاریخ وجغرافیہ اور دیگر علوم حاضرہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ازدواجی زندگی میں قدم رکھیں۔

امام کی خواہش اور انکا دکھ

"لوددت انی لم ارکم ولم اعرفکم" "معرفۃ واللہ۔ جرت ندما واعقبت" "سدما"۔ حضرت امیرالمومنینؑ اسقدر رنجیدہ و متاثر تھے کہ اپنا درد دل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں "خدا کی قسم! دل تو یہ چاہتا ہے کہ تم لوگوں کا چہرہ بھی نہ دیکھتا اور تمہیں نہ پہچانتا ہوتا۔ خدا کی قسم! تم سے شناسائی کی وجہ سے ہی مجھے ذلت ورسوائی اور درد وغم کا منہ دیکھنا پڑا۔

شہر کوفہ لشکر اسلام کا فوجی مرکز رہا ہے خلیفہ دوم کے زمانے میں سعد وقاص ع.بی فوج کا سپہ سالار تھا۔ ایران فتح کرنے کے لئے مختلف عرب قبائل پر مشتمل اسلامی سپاہ کی باگ ڈور اس کے ہاتھوں میں تھی۔ چنانچہ خلیفہ دوم کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے سعد وقاص نے شہر کوفہ کی بنیاد رکھی اور اسے لشکر اسلام کا ہیڈ کوارٹر مقرر کردیا۔ اس شہر میں ایسے تجربہ کار فوجی افسران کی بہت بڑی تعداد موجود تھی جو کئی برسوں سے بیت المال سے تنخواہ حاصل کررہے تھے۔ لیکن یہ لوگ میدان جنگ میں داخل نہیں ہوئے تھے فطری بات ہے کہ ظاہر ہے کہ یہ لوگ بغیر کسی کام کے اچھی خاصی سرکاری تنخواہ حاصل کررہے تھے اور اس کے بدلے میں انھیں کسی قسم کا کوئی کام نہیں کرنا پڑتا تھا دراصل فوج کو ہمہ وقت اور ہمہ تن آمادہ رہنا چاہئیے تاکہ قائد یا سپہ سالار کا حکم ملتے ہی وہ محاذ جنگ

کی طرف روانہ ہو جائے اور دشمن کے خلاف نبرد آزمائی کے فرائض انجام دے سکے۔ لیکن اگر فوج کی یہ حالت ہو کہ حضرت امیر المومنینؑ درد بھرے لہجے میں یہ ارشاد فرمائیں۔ کہ خدا کی قسم یہ بات میری ذلت و رسوائی کا باعث ہے کہ ان لوگوں کو پہچانتا ہوں۔ اس بات سے یہ صاف ظاہر ہے کہ ایسی کاہل اور ناعاقبت اندیش فوج کے ساتھ میدان جنگ میں شرمناک شکست کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ اسی وجہ سے حضرت امیرؑ المومنین ناراضگی کے عالم میں ان پر لعنت و ملامت کرتے نظر آتے ہیں۔ "قاتلکم اللہ"۔ خداوند عالم تم لوگوں کو قتل کر ڈالے یعنی پروردگار عالم تم لوگوں سے اپنی رحمت سلب کرے اور تمہیں موت آجائے۔ کیوں کہ تم جتنے دن زندہ رہو گے گناہوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہے گا۔

"لقد ملأتم قلبی قیحا"۔ خدا کی قسم تم لوگوں کی وجہ سے میرے دل کے گھاؤ پر پیپڑی جم گئی ہے۔ قیح اس سفید پیپڑی کو کہتے ہیں جو زخم کے اوپر نظر آنے لگتی ہے۔

"وشحنتم صدری غیظا"۔ اور تم لوگوں کی وجہ سے میرا سینہ غیظ و غضب سے بھرا ہوا ہے۔ اور مجھے غصہ اس بات پر آتا ہے کہ ایسی فوج کے ہونے سے کیا فائدہ جو میدان جنگ میں دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے آمادہ نہ ہو۔

"وجرعتمونی نغب التھمام انفاسا" اور تم لوگوں نے مجھے اس غصہ کو گھونٹ گھونٹ کر کے دیا ہے۔ حضرت نے یہاں غصہ کو خراب پانی سے تشبیہ دی ہے کہ اگر انسان کو بدرجہ مجبوری ایسا پانی پینا پڑتا ہے تو وہ اُسے گھونٹ گھونٹ کر کے گلے سے نیچے اتارتا ہے نغب جمع ہے نغبہ کی جسکا مطلب ہے گھونٹ۔ تہمام۔ غم و غصہ۔

انفاسا۔ ایک مرتبہ نہیں بلکہ آہستہ آہستہ اور بتدریج۔

یعنی میں نے بتدریج تمہاری برائیوں کو دیکھا اور میرے غیظ و غضب میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

قائد کو کمزور بنانا اور دشمن کی یاوہ گوئی

"وأفسدتم علیّ رایی بالعصیان و الخذلان"۔ یعنی تم لوگوں نے اپنی نافرمانی کی وجہ سے میری فکر کو فاسد بنا دیا۔ جس وقت کوئی سپہ سالار جنگ کی پلاننگ کرتا ہے اور نبرد آزمائی کا حکم صادر کرتا ہے، اگر فوج اس کی نافرمانی کرتی ہے تو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ سپہ سالار اپنے کام میں ماہر نہیں ہے۔ چنانچہ آنحضرتؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ تم لوگوں نے اپنی نافرمانی کے ذریعہ میری فکر کو فاسد بنا دیا اور میری خجالت کا سبب بن گئے۔ خذلان یعنی ناکامیابی اور شرمناک شکست۔

"حتی لقد قالت قریش ان ابن ابی طالب رجل شجاع ولکن لا علم له بالحروب!" مختصر یہ کہ تم لوگوں نے اپنی نافرمانی کے ذریعہ مجھے اتنا شرمندہ کر دیا کہ قریش یہ کہنے لگے۔ "ابو طالب کا بیٹا بہادر اور طاقتور ضرور ہے لیکن فن جنگ کے بارے میں اسکی صلاحیت ناکافی ہے اور وہ جنگ کی منصوبہ بندی سے قطعی ناواقف ہے!!

"للہ ابوھم"۔ اس موقع پر حضرت امیرؑ اپنا دفاع کرتے ہیں اور تہمت لگانے والے قریش پر لعنت و ملامت کے بجائے ارشاد فرماتے ہیں "خداوند عالم ان لوگوں کے باپ کو خیر عطا کرے"

> **اگر انسان میں ایمان و استقامت پیدا ہو جائے تو اس کے نزدیک سردی گرمی کی کوئی حیثیت نہیں**

"وھل احد منھم اشد لھا مراسا واقدم فیھا مقاما منی؟ لقد نھضت فیھا وما بلغت العشرین وھا انا ذا قد ذرفت علی الستین۔"

جو لوگ میرے اوپر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ میں فن جنگ سے ناواقف ہوں تو ان میں سے ایسا کون ہے جس نے مجھ سے زیادہ جنگ کی ہے اور جنگ کے میدان میں مجھ سے زیادہ کامیابی حاصل کی ہے اور جنگی علوم و فنون میں مجھ سے زیادہ تجربہ کار ہے؟ میں نے بیس سال کی عمر سے پہلے ہی جنگ میں شرکت شروع کر دی تھی اور اس وقت میری عمر کے ساٹھ سال ختم ہونے والے ہیں۔ اس طرح جنگ کے سلسلے میں مجھے چالیس برس کا تجربہ ہے۔ جنگ سے سب سے

> جی ہاں! بات کچھ ایسی ہی تھی تاریخ کا بیان ہے کہ حضرت امیرؑ المومنین کے اس جوشیلے خطبے کے بعد مجمع کے درمیان صرف ایک آدمی اپنے بھائی کے لڑکے کی انگلی پکڑے ہوئے کھڑا ہوا اور کہنے لگا "یا علیؑ! میں اور میرا یہ بھتیجہ یعنی دونوں آپ کا ساتھ دینے کے لئے ہمہ تن آمادہ ہیں۔"

زیادہ سروکار میرا ہی رہا ہے چنانچہ میں جنگ کی رگ رگ سے پوری طرح واقف ہوں۔"

"ھا انا ذا"۔ میں جو کچھ ہوں وہ تم لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ یعنی آنکھ کھولو اور دیکھو! میری عمر ٦٠ سال ہو چکی ہے۔ پھر بھی میں میدان جنگ سے پیچھے ہٹنے کے لئے آمادہ نہیں ہوں۔ اس کے بعد بھی تم یہ کہتے ہو کہ علیؑ جنگ سے واقف نہیں ہے!! ارے میرا بچپن میدان جنگ میں گزرا ہے اور بڑھاپا بھی جنگ

آنکھ کھولو اور دیکھو! میری عمر ٦٠ سال ہو چکی ہے پھر بھی میں میدان جنگ سے پیچھے ہٹنے کے لئے آمادہ نہیں ہوں۔ اس کے بعد بھی تم یہ کہتے ہو کہ علیؑ فن جنگ سے واقف نہیں ہے!! ارے میرا بچپن میدان جنگ میں گزرا ہے اور بڑھاپا بھی جنگ کے میدان میں گزر رہا ہے۔

کے میدان میں گزر رہا ہے۔"

اس سے قبل آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ ابھی میری عمر بیس برس کی نہ تھی کہ میں جنگ کے میدان میں آگیا تھا۔ شاید اس جملے سے آپؑ کی مراد وہ چھوٹی چھوٹی لڑائی ہے جو پیغمبرؐ اکرم اور اہل قریش کے درمیان مکہ میں ہوئی تھیں اور ان تمام لڑائیوں میں حضرت علیؑ رسولؐ مقبول کے ساتھ ساتھ رہے اور پیغمبرؐ خدا کی حفاظت کے فرائض انجام دیتے رہے اور جنگ بدر کے موقع پر آپ کی عمر ٢٥ سال تھی۔

"ولکن لا رأی لمن لا یطاع"۔ عرب میں اس جملے نے ضرب المثل کی حیثیت اختیار کرلی ہے۔ یعنی جس کی اطاعت نہیں کی جاتی اس کی رائے اور اس کے خیالات کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

جی ہاں! بات کچھ ایسی ہی تھی۔ تاریخ کا بیان ہے کہ حضرت امیرؑ المومنین کے اس جوشیلے خطبے کے بعد مجمع کے درمیان صرف ایک آدمی اپنے بھائی کے لڑکے کی انگلی پکڑے ہوئے کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ "یا علیؑ! میں اور میرا یہ بھتیجہ یعنی ہم دونوں آپ کا ساتھ دینے کیلئے ہمہ تن آمادہ ہیں۔ ہم دونوں بنی اسرائیل کی طرح نہیں ہیں جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا اذھب انت و ربک فقاتلا انا ھٰہنا قاعدون"۔ یعنی تم اپنے پروردگار کیسا تھ آگے بڑھو اور فلسطین کو آزاد کرالو۔ اس کے بعد ہم بھی وہاں آجائیں اور تمہارے ساتھ پُرسکون زندگی بسر ہو جائے۔ ہم مرد میدان ہیں۔ اسکے بعد حضرت امیرؑ نے ان لوگوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ "تم دو آدمیوں سے یہ پریشانی حل ہونے والی نہیں ہے

بقیہ: مارکسیزم

دی جاسکتی ہیں۔ اگر ان سب کو مرتب صورت میں دیکھا جائے تو ان میں سے اکثر خصوصیات باہم مماثل و مشابہ ہوں گی اور بہت سی اس کے بالکل برعکس نظر آئیں گی۔

اگر ہم عہد حاضر پر نظر ڈالیں تو دیکھیں گے کہ اب سے تقریباً ٦٢ سال قبل اس وقت جب کہ اشتراکی نظریات و خیالات اس ملک میں اثر انداز ہونا شروع ہوئے تو یہاں قبائل نظام رائج تھا (چھوٹے سرمایہ دار اور بڑے سرمایہ دار) کا بازاروں میں تجارت اور دستکاری کے پیشوں کے ذریعے روایتی زندگی حسب دستور جاری تھی۔ اس دور میں اگر مذہب دشمن نظریات کے ساتھ مزدور طبقے اور سرمایہ داروں کے درمیان طبقاتی کشمکش کی جستجو و تلاش کی جائے تو اس سے وقت ضائع کرنے کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوگا چنانچہ اشتراکیوں کو معاشرے میں ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ وہ معاشرے میں کبھی اپنے نظریات و خیالات کے ساتھ منظر عام پر نہیں آسکتے تھے۔

حقیقی معنوں میں جدوجہد کا اس وقت آغاز ہوا جب کہ میرزا کوچک خان نے شاہ اور استعماری طاقتوں کے خلاف جدوجہد شروع کرکے اسلام اور آزادی کا نعرہ بلند کیا۔

باقی آئندہ